پروفیسر خالد علوی

رسولِ اکرمؐ بحیثیت سربراہِ خاندان

(آخری قسط)

قرابت داروں سے ہمدردی

خاتم الانبیاؐ قرابت داروں سے تعلقات کے سلسلے میں بھی مثالی فکروعمل کے حامل تھے۔ قبائلی نظام میں جہاں خاندانی عصبیت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک ہی خاندان کے لوگ باہم دگر برسرِپیکار ہوتے ہیں۔ اصولی بات ہے کہ اگر معاشرتی روابط کے بارے میں مقصدی بنیادیں مہیا نہ ہوں تو ذاتی مفادات کی بنیاد پر دوستی و دشمنی کا تعین ہوگا یا گروہی تعصب کارفرما ہوگا۔ حضورؐ کا کارنامہ یہ ہے کہ آپؐ نے ایک طرف تو عصبیتِ جاہلیہ[1] کا قلع قمع کردیا اور دوسری جانب اپنے اقارب سے حسن سلوک کا معیاری نمونہ پیش کیا۔ یہ آپ ہی کی نوازش ہے کہ روابط میں مقصدی وابستگی و انسانی ہمدردی کے واضح نقوش میسر آئے۔ کتبِ حدیث و سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے کے دو پہلو ہیں اور ہماری گفتگو انہی تک محدود ہوگی:

۱۔ اقارب کے سلسلے میں اصولی تعلیم۔

۲۔ آپ کا اپنا طرزِ عمل۔

اصولی تعلیم

اقارب سے متعلق ارشاداتِ رسول کے دو عنوانات بنتے ہیں۔ ایک صلہ رحمی اور دوسرے قطع رحمی۔ قرآن پاک میں اقربا سے حُسنِ سلوک پر بڑا زور دیا گیا ہے:

---

[1] ابن ہشام ج ۲، ص ۵۴

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احساناً وبذی القربیٰ[2]

اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت داروں سے نیکی کرتے رہو۔

والذین اٰمنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاولٰئک منکم، واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ ط ان اللہ بکل شیء علیم[3]

اور جو لوگ بعد کو ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا وہ تم ہی میں داخل ہیں اور رشتہ دار اللہ کے حکم کے مطابق ایک دوسرے کے زیادہ حق دار وارث ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔

ارشادِ خداوندی کی توضیح جس عمدہ انداز میں آپؐ نے فرمائی ہے اس کی چند مثالیں سنیے:

عن ابی ایوب الانصاری: ان رجلاً قال رسول اللہ اخبرنی بعمل یدخلنی الجنۃ فقال القوم مالہ؟ فقال النبیؐ ارب مالہ! فقال النبیؐ تعبد اللہ ولا تشرک بہ شیئاً وتقیم الصلوٰۃ وتوتی الزکوٰۃ وتصل الرحم ذرھا قال کانہ کان علیٰ راحلتہ[4]

ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ مجھ کو ایسا کام بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ لوگوں نے کہا اسے کیا ہو گیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کیا ہے، ایک حاجت ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: بلاشرکت غیرے اللہ کی عبادت کرنا اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور صلہ رحمی کرنا (مہار) کو چھوڑ دو۔ اس نے کہا گویا حضور اپنی سواری پر ہیں۔

عن ابی ھریرۃ: قال سمعت رسول اللہ یقول من سرہ ان یبسط لہ فی رزقہ وان ینسالہ فی اثرہ فلیصل رحمہ[5]

---

[2] النساء: ۳۶ [3] الانفال: ۷۵

[4] بخاری: کتاب الادب، باب فضل صلۃ الرحم ج ۴، ص ۲۵۔

[5] ایضاً: باب من بسط لہ فی الرزق لصلۃ الرحم۔ ص ۳۵۔

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہؐ کو کہتے سنا کہ جس کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے ۔

قرآنی آیات اور پیغمبرانہ ارشادات میں قرابت داروں کا لحاظ کرنے اور ان سے اچھا سلوک کرنے کو صلہ رحمی اور اسے نظر انداز کرنے کو قطع رحمی سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ اسلامی نقطۂ نظر سے اگر صلہ رحمی دنیا و آخرت کی فلاح کا باعث ہے تو قطع رحمی موجب خسران ہے ۔ قرآن پاک میں ہے :

وما یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض [۵۶]

اس سے وہ انہی کو گمراہ کرتا ہے جو حکم نہیں مانتے اور جو خدا کے ساتھ وعدہ کرکے توڑتے ہیں اور خدا نے جسے جوڑنے کو کہا ہے اس کو توڑتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی بہترین تفسیر وہ ہے جو آنحضورؐ نے فرمائی ہے ۔ آپ کو اس مسئلے کی اہمیت کا کتنا احساس ہے ؟ اور اسے مختلف پیرایوں میں کس طرح بیان فرمایا :

عن جبیر بن مطعم : انہ سمع النبیؐ یقول لا یدخل الجنۃ قاطع [۵۷]

جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریمؐ کو یہ فرماتے سنا کہ کوئی قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں داخل ہوگا ۔

عن عبد اللہ بن عمرو : عن النبیؐ قال لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا انقطعت رحمہ وصلھا [۵۸]

عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا : صلہ رحمی کرنے والا بدلہ دینے والے کو ہرگز نہیں کہتے ، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو اپنے ٹوٹے ہوئے رشتے کو ملاتے ۔

عن عائشۃ : عن النبیؐ قال : الرحم شجنۃ من الرحمٰن قال اللہ من وصلک وصلتہ

---

[۵۶] البقرہ : ۲۷ ۔

[۵۷] بخاری کتاب الادب باب اثم القاطع ج ۴ ، ص ۳۵ ، ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب صلۃ الرحم ج ۳ ص ۱۷

[۵۸] ایضاً ۔

ومن قطعك قطعته۔[۹ه]

عائشہؓ نبی کریمؐ سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: رحم (رشتہ) رحمٰن سے لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے تجھ کو ملایا میں اس سے ملونگا جس نے تجھ کو نہ ملایا میں اس سے نہ ملونگا۔

حضورؐ کے بعض اور ارشادات سے اس مسئلے کو تقویت ملتی ہے:

عن عبد اللہ بن اوفیٰ: قال سمعت رسول اللہ یقول: لاتنزل الرحمة علی قوم فیھم قاطع رحم[۱۰ه]

عبداللہ بن اوفیٰ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ؐ کو کہتے سنا ہے کہ اللہ کی رحمت اس قوم پر نہیں ہوتی جس میں قطع کرنے والا موجود ہوتا ہے۔

عن ابی اسید الساعدی: قال بین نحن عند رسول اللہؐ اذ جاءہ رجل من بنی سلمة فقال یارسول اللہ ھل یبقی من بر ابوی شیء ابرھما بہ بعد موتھما؟ قال نعم الصلوٰة علیھما والاستغفار لھما وانفاذ عھدھما من بعدھما وصلة الرحم التی لاتوصل الا بھما واکرام صدیقھما[۱۱ه]

ابی اسید الساعدی کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کو میرے لیے کچھ باقی ہے کہ میں ان کے مرنے کے بعد انجام دوں؟ آپ نے فرمایا! ہاں! ان کے لیے دعا کرنا، استغفار کرنا اور ان کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا جو صرف انہی کی وجہ سے ہے اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔

آپؐ کا طرزِ عمل

آپؐ کا طرزِ عمل اس اصولی تعلیم کا حقیقی مظہر تھا۔ آپ نے جب نبوّت کا اعلان فرمایا تو سب سے پہلے اقارب کو ہدایت ربانی کی طرف بلایا[۱۲ه] کیونکہ آپ کے نزدیک یہ دعوت خیر خواہی اور ہمدردی کا

۹ه ایضاً

۱۰ه مشکوٰة المصابیح کتاب الادب، باب البر والصلہ ص ۴۲۰

۱۱ه ابوداؤد، کتاب الادب باب فی برالوالدین ج ۴، ص ۷۵۴ ۱۲ه ابن سعد ج ۱ ص ۲۰۰

پر مبنی تھی۔ قریش مکہ کے تقریباً تمام لوگوں سے کسی نہ کسی طرح آپ کی قرابت داری تھی جیسا کہ ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے[۱۳]

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ[۱۴]

اے محمدؐ! آپ فرمادیں کہ (تبلیغِ رسالت کے عوض) میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا، صرف یہ کہ قرابت داروں کی محبت ملحوظ رکھو۔

آپ کے جن قریبی رشتہ داروں نے اسلام کو اختیار کر لیا تھا۔ آپ نے ان رشتہ داروں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا۔ ان قریبی رشتہ داروں میں آپ کے چچا، چچا زاد بہنیں، پھپھیاں اور پھپھی زاد وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت حمزہؓ سے آپ کو بڑی محبت تھی وہ آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ بے حد دلیر اور بہادر۔ جنگِ احد میں شہید ہوئے اور ان کی شکل بگاڑی گئی۔ آپ کو اس کا شدید رنج ہوا۔ اختتام جنگ کے بعد شہدائے اسلام کی تجہیز و تکفین شروع ہوئی۔ سرورِ کائناتؐ اپنے عمِ محترم کی لاش پر تشریف لائے چونکہ ہند نے ناک کاٹ کر نہایت دردناک صورت بنا دی تھی اس لیے یہ منظر دیکھ کر بے اختیار دل بھر آیا اور مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم پر خدا کی رحمت ہے کیونکہ تم رشتہ داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے۔ نیک کاموں میں پیش پیش تھے۔

حضرت حمزہ کی شہادت کے باعث ان کی بچی کی تربیت و پرورش کا مسئلہ درپیش تھا۔ حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر دعویدار تھے۔ رسولِ اکرمؐ سب کے دلائل سن رہے تھے۔ ایک طرف اسلامی معاشرہ کی تحفظاتی روح کا اظہار تھا اور دوسری طرف آنحضورؐ کی کیفیت کہ ان کے سامنے شہید کے خاندان کا منظر تھا۔ بالآخر آپ نے امامہ کو حضرت جعفرؓ کے سپرد کیا کہ ان کے گھر اس کی خالہ تھیں[۱۵]

---

[۱۳] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ: قل لا اسئلکم

[۱۴] الشوریٰ: ۲۳

[۱۵] ابن سعد، ج ۸، ص ۴۸۔

آپؐ نے اپنی پھپھیوں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا عمدہ معیار قائم رکھا اور ان کی مالی معاونت بھی کی[16]۔ اسی طرح آپ کو اپنے چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائی بہنوں کا بہت لحاظ تھا۔ بلاشبہ یہ لوگ عظمتِ اسلامی کے لیے جاں نثاری کرنے والے تھے اور آپ کو اس امر کا اعتراف بھی تھا لیکن آپ جس طرح ان کا خیال فرماتے تھے اس میں انسانی عنصر کا بھی کچھ دخل تھا۔ جمانہ دختر ابی طالب کے متعلق ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضورؐ نے پیداوار خیبر میں تیس وسق خرما ان کے لیے مقرر فرمائے تھے[17]۔

فتح مکہ کے وقت ام ہانی[18] نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں نے ابن ہبیرہ کو پناہ دی ہے لیکن علی کہتے ہیں کہ وہ اس کو قتل کریں گے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا:

قد اجرنا من اجرت یا ام ھانی[19]

ام ہانی! تم نے جسے پناہ دی ہے، اسے ہماری پناہ بھی ہے۔

عقیل بن ابی طالب کے متعلق فرمایا:

یا ابا یزید انی احبک حبین حبا لقرابتک وحبا لما کنت اعلم من حب عمی ایاک[20]۔

میں تم سے دوگونہ محبت رکھتا ہوں۔ ایک تو محبت قرابت، دوم اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ میرے چچا کو تم سے محبت تھی۔

نوفل بن حارث آپ کے چچا زاد تھے۔ آنحضرتؐ وقتاً فوقتاً ان کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ ان کی شادی کی نوبت آئی تو آنحضرتؐ نے ایک عورت سے شادی کرا دی۔ ان کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے ابو رافع اور ابو ایوب کے ہاتھ اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھ دی اور اس کے بدلے تیس صاع جَو لے کر عطا کیے[21]۔

---

[16] ابن سعد، ج ۴ ص ۴۱-۴۵۔ [17] ایضاً ج ۸، ص ۴۸۔

[18] بنت ابی طالب آپ کی چچا زاد۔

[19] بخاری کتاب الجہاد، باب امان النساء وجوارھن ج ۲، ص ۱۳۹۔

[20] تہذیب الکمال ص ۲۴۰۔

[21] مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۲۴۶۔

عبداللہ بن حارث کسی غزوہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ نکلے۔ وادی صفراء میں پہنچ کر وفات پا گئے۔ آنحضرتؐ نے اپنے پیراہن مبارک میں کفنا کر دفن کیا اور فرمایا کہ ان کو سعادت مل گئی ہے[22]

حضرت جعفر طیار جنگِ موتہ میں شہید ہوئے۔ آپ جب شہادت کا حال بیان فرما رہے تھے اس وقت آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری تھے اور روئے انور پر حزن وملال کے آثار نمایاں تھے[23] جب حضرت جعفر کی اہلیہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس کو ان کے شوہر کی شہادت کی خبر سنائی گئی تو ان کی عجیب حالت تھی۔ آنحضرتؐ نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ آلِ جعفر کا خیال رکھنا آج وہ اپنے ہوش میں نہیں ہیں[24]

حضرت علیؓ آپؐ کے چچازاد اور داماد تھے۔ آپ نے ان کے لیے محبت و شفقت کا بے پناہ اظہار فرمایا[25]

حضرت زبیرؓ حضورؐ کے پھپھی زاد بھائی تھے آپ نے ہمیشہ ان کا خیال رکھا۔ کتب احادیث و سیر میں ان کے مناقب موجود ہیں[26] آپ نے فرمایا:

لکل نبی حواری وحواریی الزبیر[27]

ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس بچپن میں ہی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے ان کو بلا کر فرطِ محبت سے آغوشِ عاطفت میں بٹھایا اور سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی۔

---

[22] اصابہ ج ۲ ص ۵۱۔ ابن سعد ج ۴ ص ۴۹۔

[23] اسد الغابہ ج ۱، ص ۲۸۸، ابن سعد، ج ۴، ص ۴۰

[24] مستدرک حاکم ج ۳، ص ۲۰۹

[25] بخاری کتاب الانبیاء، باب مناقب علی۔ مسلم کتاب الفضائل، باب فضائل علی ج ۴، ص ۴۔ تمام کتب احادیث میں مناقب علی پر مستقل ابواب ہیں۔

[26] ابن سعد، ج ۳، ص ۱۰۰، بخاری کتاب المناقب، مسلم کتاب الفضائل۔

[27] ابن سعد، ج ۳، ص ۱۰۱، مسند احمد ج ۲ ص ۷۹، حدیث۔

اللّٰھم بارک فیہ وانشر منہ[۲۸]

اے خدا اس میں برکت نازل فرما اور اس سے علم کی روشنی پھیلا۔

انھوں نے رسولِ اکرمؐ کی مصاحبت کا جو زمانہ پایا وہ درحقیقت ان کا عہدِ طفولیت تھا جس میں انسان کو کھیل کود سے دل چسپی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں لڑکوں کے ساتھ گلیوں میں کھیلتا پھرتا تھا۔ ایک روز رسول اللہؐ کو پیچھے آتے دیکھا تو جلدی سے ایک گھر کے دروازے میں چھپ گیا، لیکن آپ نے مجھے پکڑ لیا اور سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا، جاؤ معاویہ کو بلا لاؤ۔ وہ آنحضرتؐ کے کاتب تھے۔ میں دوڑ کر ان کے پاس گیا اور کہا "چلیے رسول اللہؐ آپ کو یاد فرماتے ہیں کوئی خاص ضرورت ہے"[۲۹]

حضورؐ نے ایک مرتبہ وضو کا پانی لانے پر ابن عباس کے لیے دعا فرمائی اور فرمایا:

اللّٰھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل[۳۰]

اے خدا اس کو دین کا فہم عطا کر اور تاویل کا طریق سکھا۔

آپ نے مدینہ طیبہ میں بھی ہمیشہ اپنے اقربا کی مالی اعانت فرمائی۔ مال غنیمت اور مال فئی میں سے ان پر خرچ فرماتے رہے اور ان کی تکالیف کا ہمیشہ خیال رکھا۔

غلاموں سے حسنِ سلوک

جس طرح عصرِ حاضر میں خادم اور نوکر خاندان کا لازمی حصہ شمار ہوتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ اہمیت غلاموں کو حاصل تھی۔ باندی، غلام خاندان کا جزو لاینفک متصور ہوتے تھے۔ ان کی حالت کچھ زیادہ بری تھی۔ کیونکہ وہ بکاؤ مال خیال کیے جاتے تھے اور انھیں اپنی ذات پر بھی اختیار نہ تھا۔ جبکہ نوکر و خادم تو تنخواہ دار ہوتے ہیں۔ اور انھیں چھوڑ جانے کا اختیار بھی حاصل ہے۔ غلام ایک بے بس مخلوق تھی، جس کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ حضورؐ نے اپنے بے مثال اسوہ سے انسانیت کی جبین سے غلامی کے داغ کو مٹانے کی بھرپور کوشش فرمائی ہے۔ آنحضرتؐ غلاموں سے خصوصی

---

[۲۸] الاصابہ تذکرہ عبد اللہ بن عباس ج ۲، ص ۳۲۳۔

[۲۹] الاصابہ ج ۲، ص ۳۰۲۔ تذکرہ ابن عباس، مسند احمد ج ۵ ص ۴۵،

[۳۰] مستدرک حاکم ج ۳، ص ۵۳۴، مسند احمد ج ۵، ص ۱۵۔

شفقت فرماتے تھے ۔ آپ کا ارشاد ہے :

من لاء مکم من مملوککم فاطعموہ مما تاکلون واکسوہ مما تلبسون و من لم یلائمکم فبیعوہ ولا تعذبوا خلق اللہ[۳۱]

جو تمھارے مزاج کے مطابق ہوں تو جو تم خود کھاتے ہو وہی ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو، وہی ان کو پہناؤ۔ جو ناموافق ہوں انھیں بیچ دو اور خلق خدا کو عذاب نہ دو۔

آنحضرتؐ کی ملکیت میں جو غلام آتے تھے، آپ ان کو ہمیشہ آزاد فرما دیتے تھے، لیکن وہ حضورؐ کے احسان و کرم کی زنجیر سے آزاد نہیں ہو سکتے تھے۔ ماں باپ، قبیلہ و رشتہ کو چھوڑ کر عمر بھر آپ کی غلامی کو شرف جانتے تھے ۔

آپؐ کی تعلیم کے اثر سے آپ کے صحابہ کرام بھی غلاموں سے شفقت برتتے تھے۔ حضرت بلالؓ غلام تھے۔ اسلام لائے تو مظالم کا تختۂ مشق بن گئے[۳۲] وہ ایک روز حسب معمول وادیٔ بطحا مشق ستم بنائے جا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اس طرف سے گزرے تو یہ عبرت ناک منظر دیکھ کر دل بھر آیا اور ایک گراں قدر رقم معاوضہ دے کر آزاد کر دیا۔ آنحضرتؐ نے سنا تو فرمایا: ابوبکر! تم مجھے بھی اس میں شریک کر لو۔ عرض کی "یا رسول اللہ! میں آزاد کر چکا ہوں"[۳۳] غلاموں کو لفظ "غلام" سن کر اپنی نظر میں اپنی ذلت محسوس ہوتی تھی۔ آنحضرتؐ کو ان کی یہ تکلیف بھی گوارا نہ تھی ۔ فرمایا: کوئی "میرا غلام"، "میری لونڈی" نہ کہے۔ "میرا بچہ"، "میری بچی" کہے اور غلام بھی اپنے آقا کو خداوند نہ کہیں، خداوند تو خدا ہے آقا کہیں[۳۴]۔ آنحضرتؐ کو غلاموں پر شفقت کرنے کا اتنا احساس تھا کہ مرض وفات میں سب سے آخری وصیت یہ فرمائی :

اتقوا اللہ فی ما ملکت ایمانکم۔

غلاموں کے معاملہ میں خدا سے ڈرنا۔

---

[۳۱] ابوداؤد کتاب الادب باب فی حق المملوک ج ۴، ص ۴۶۳ ۔

[۳۲] ابن سعد، ج ۴ ص ۱۶۵ [۳۳] ایضاً ۔

[۳۴] بخاری کتاب العتق باب کراہیۃ التطاول علی الرقیق ج ۲، ص ۵۷ ۔

حضرت ابوذرؓ بہت قدیم الاسلام صحابی تھے اور آنحضرتؐ ان کی راست گوئی کی مدح فرماتے تھے ایک دفعہ انھوں نے ایک عجمی نژاد غلام کو بُرا بھلا کہا تو غلام نے آنحضرتؐ سے شکایت کی۔ آپ نے ابوذر کو زجر و توبیخ کی اور فرمایا کہ تم میں اب تک جہالت باقی ہے[۳۵]۔

آپ سے غلاموں کی تکلیف اور ان کا دکھ برداشت نہیں ہوتا تھا۔ جہاں کہیں بھی ایسا ہوتا آپ فوراً ٹوکتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپ کے فرمان سے لوگ اپنے غلاموں کو آزاد کر دیتے۔ ایک دفعہ ابومسعود انصاریؓ اپنے غلام کو مار رہے تھے کہ پیچھے سے آواز آئی۔ ابومسعود تم کو جس قدر غلام پر اختیار ہے، خدا کو اس سے زیادہ تم پر اختیار ہے۔ ابومسعودؓ نے مڑ کر دیکھا تو آنحضرتؐ تھے۔ عرض کی یا رسول اللہؐ! میں نے لوجہ اللہ اس غلام کو آزاد کیا۔ فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتشِ دوزخ تم کو چھولیتی[۳۶]۔ ایک شخص خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوا۔ عرض کی یا رسول اللہؐ! میں غلاموں کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں۔ آپ خاموش رہے اس نے پھر عرض کی۔ آپ نے پھر خاموشی اختیار کی۔ اس نے تیسری بار عرض کی تو آپ نے فرمایا۔ ستر بار معاف کیا کرو[۳۷]۔ ایک صاحب کے پاس دو غلام تھے جن سے وہ بہت شاکی تھے، وہ ان کو مارتے اور بُرا بھلا کہتے تھے لیکن وہ باز نہ آتے تھے۔ انھوں نے آنحضرتؐ سے شکایت کی اور اس کا علاج پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ تمھاری سزا اگر ان کے قصور کے برابر ہوگی تو خیر ورنہ سزا کی جو مقدار زائد ہوگی اس کے برابر تمھیں بھی اللہ تعالیٰ سزا دے گا۔ یہ سن کر وہ بے قرار ہوگئے اور گریہ زاری شروع کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ شخص قرآن نہیں پڑھتا جس میں یہ موجود ہے:

ونضع الموازین بالقسط[۳۸]

اور ہم ترازوئیں انصاف سے رکھیں گے۔

۳۵؎ بخاری کتاب العتق باب الکراہیۃ التطاول علی الرقیق ج ۲، ص ۵۷۔

۳۶؎ ابوداؤد کتاب الادب باب حق المملوک ج ۴ ص ۳۶۲۔

۳۷؎ ایضاً ص ۳۶۴۔

۳۸؎ الانبیاء: ۴۷۔

اس رحمت و شفقت ہی کا یہ اثر تھا کہ اکثر کافروں کے غلام بھاگ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ انھیں آزاد فرما دیتے تھے[۳۹] مالِ غنیمت جب تقسیم ہوتا تو اس میں سے غلاموں کو بھی حصہ دیتے تھے[۴۰] جو غلام نئے آزاد ہوتے تھے، چونکہ ان کے پاس کوئی سرمایہ نہیں ہوتا تھا اس لیے جو آمدنی ہوتی تھی، اس میں سب سے پہلے آپ انہی کو عنایت کرتے تھے۔

---

[۳۹] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی عبید المشرکین یلحقون بالمسلمین ج ۳، ص ۸۷ -

[۴۰] ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ والفئی باب قسمۃ الفئی ج ۳، ص ۱۸۹ -

---

عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ

مصنف: ڈاکٹر زبید احمد۔ مترجم: شاہد حسین رزاقی

برِ پاک و ہند کے عربی ادب کی مفصل تاریخ ہے۔ عربی سے مسلمانوں کا گہرا روحانی اور جذباتی تعلق ہمیشہ قائم رہا اور اس زبان میں ایسی کتابیں لکھی گئیں جو عربی ادبیات کی تاریخ میں خاص اہمیت اور دلچسپی کی حامل ہیں لیکن کئی اسباب کی وجہ سے ان کے متعلق نہ صرف عوام بلکہ علما و محققین کی معلومات بھی محدود رہیں اور عربی ادبیات کی تاریخوں میں ان کا مناسب طور پر ذکر نہیں کیا جا سکا۔ اس طرح ایک خلا باقی رہ گیا تھا جو ڈاکٹر زبید احمد نے یہ کتاب لکھ کر پر کر دیا ہے۔

اس کتاب میں تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، کلام، فلسفہ، ریاضی، ہیئت، طب، تاریخ، لغت، شعر و ادب وغیرہ سے متعلق تصانیف کا تذکرہ جداگانہ ابواب میں کیا گیا ہے اور ان کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اہم عربی کتب کا خلاصہ دینے کے ساتھ ساتھ ان کے مصنفین کا تذکرہ بھی قلم بند کیا گیا ہے۔ چونکہ ان تصانیف میں سے اکثر طبع نہیں ہوئی ہیں اس لیے اس کتاب میں پیش کردہ معلومات کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی ہے اور اسلامیانِ پاک و ہند کی دینی اور علمی تاریخ سے باخبر ہونے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید ہو گا۔ یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی کے ایم۔ اے (اسلامیات) کے نصاب میں داخل ہے۔ قیمت: بارہ روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور